برصغیر کے نو مسیحی مصنفین کی سوانح عمریوں کی فنّی، تاریخی اور مذہبی حیثیت کا جائزہ

An Analysis of Technical, Historical and Religious Status of Biographies of Converted Christian Writers of the Sub-Continent

شگفتہ نوید*

ڈاکٹر محمد ریاض محمود**

ABSTRACT

The British colonial rule in the Indian Sub-Continent created a lasting social, cultural and religious impact on the lives of the local people. Islam was specially treated as a grave threat by the colonial government, and it took a number of steps against Islam to undermine it. Literature carrying highly provocative and incendiary material against Islamic beliefs and traditions was produced by the priests in tacit connivance of the British government. It resulted in the conversion of some Muslims to Christianity who wrote their tales of conversion in the form of autobiographies in which they subjected both Islam and Muslims to severe criticism. They tried to discredit the Qur'ān, Ḥadīth, Sīrah and Taṣawwuf and made fun of the different eras of the Muslim history with a view to promote hatred from for Islamic values among Muslims. Such criticism of Islam by these new converts needed to be countered and answered in a balanced way. The present study, therefore, presents an overview of the specific Christian literature against Islam in order to fulfill the scholarly needs of the subject. The scholarly work on this topic will offer a strong defense of Islam and the Islamic values against the external attacks.

Keywords: *Autobiography, Biography, Christianity, Conversion, India, Islam, Priest, The British.*

* پی ایچ۔ڈی سکالر، شعبہ علومِ اسلامیہ، گفٹ یونیورسٹی، گوجرانوالہ

** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علومِ اسلامیہ، یونیورسٹی آف گجرات، گجرات

موضوعِ تحقیق کا تعارف اور اس کی علمی و فکری اہمیت

برصغیر میں برطانوی نو آبادیات نے سیاسی، سماجی اور مذہبی اعتبار سے اہم تغیّرات کو جنم دیا۔ انگریز نے مسلمانوں کی مُغل حکومت کا خاتمہ کر کے اقتدار حاصل کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اُس نے سیاسی استحکام کے لئے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بھرپور منصوبہ بندی کی۔ اسلام کی تنقیص و تردید اور مسیحیت کے فروغ کے لئے ہمہ جہتی اقدامات کئے گئے۔ مختلف ممالک سے پادری بُلائے گئے اور اسلام مخالف ماحول ترتیب دیا گیا۔ اسلامی عقائد و روایات کے خلاف اشتعال و نفرت پر مشتمل کُتب تحریر کرائی گئیں۔ اسلام پر علمی و فکری حملے کرائے گئے، قرآن و حدیث اور سیرت و تصوف پر اعتراضات کئے گئے، نظامِ تعلیم کو یکسر بدل دیا گیا، اسلامی تاریخ کے مختلف مراحل کا تمسخر اُڑایا گیا، اسلامی تہذیب و تمدن پر معاندانہ تبصرے کئے گئے، سامراجی حکومت کا ہدف یہ تھا کہ مسلمان اپنے مذہب سے بیگانہ اور متنفر ہو کر حلقۂ مسیحیت میں داخل ہو جائیں۔ انگریز حکومت اور مسیحی پادریوں کی اس شرمناک سازش کو بے نقاب کرنے کے لئے مسلم علماء نے جرأت کا مظاہرہ کیا اور دفاعِ اسلام کا عظیم الشان علمی معرکہ انجام دیا۔ انہوں نے حکومتی فریب اور مبنی بر اشتعال کُتب کی حقیقت کو ہندوستان کے عام لوگوں خصوصاً مسلمانوں پر واضح کیا۔ انہوں نے اسلام پر لگنے والے الزامات کا جواب دیا، مسیحیوں کی علمی کمزوریوں کی نشاندہی کی، مسلمانوں کو مایوس ہونے سے بچایا اور اسلامی تہذیب و ثقافت کی شان و شوکت کے مختلف پہلو واضح کئے۔ اس ضمن میں مسلم علماء نے مضبوط علمی دلائل پر مشتمل جوابی کُتب تحریر کیں اور مسیحی پادریوں کو بالمشافہ مناظروں میں شکست سے دوچار کیا۔ مسلم علماء کی دفاعِ اسلام کی یہ جدوجہد انسانوں کی علمی تاریخ کا ایک شاندار باب ہے۔ اسلام کے عقائد و نظریات اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کے بھرپور تحفظ و دفاع کے باوجود چند مسلمان اسلام سے متعلق تشکیک کا شکار ہو کر مسیحی ہو گئے۔ ترکِ اسلام کر کے مسیحیت قُبول کرنے والے ان لوگوں میں بعض نے اپنی تبدیلیٔ مذہب کی رُوداد کو "آپ بیتی" کی صورت میں پیش کیا۔ بعض نو مسیحیوں کے احوال کو اُن کی "سوانح عمری" میں کسی اور مصنف نے بیان کیا۔ نو مسیحی خواتین و حضرات کی یہ آپ بیتیاں اور سوانح عمریاں مسیحیوں کے پیش کردہ اسلام سے متعلق انتقادی ادب کا ایک اہم حصہ ہیں۔ تعصّب و نفرت پر مبنی اس مذہبی ادب میں نو مسیحی لوگوں کے ذاتی و خاندانی حالات کے بیان کے ساتھ ساتھ اسلام اور مسلمانوں پر سخت تنقید موجود ہے۔ مسلمانوں کے خلاف ایسے الزامات اور اشکالات پیش کئے گئے ہیں جن کا علمی جواب دیا جانا نہایت ضروری ہے۔ اس سوانح ادب کا مطالعہ و تجزیہ اسلامی عقائد اور مسلم تشخص کے تحفظ کے لئے بہت مفید ہے۔ قرآن و حدیث، سیرت و فقہ اور مسلم فکر کے دیگر متعلقات کے بارے میں اعتراضات کی تفہیم اور اُن کا مناسب جواب دینے کے لئے ضروری ہے کہ نو مسیحی مصنفین کی آپ بیتیوں اور سوانح عمریوں کی فنّی، تاریخی اور مذہبی حیثیّت کا جائزہ لیا جائے۔ اسی علمی و فکری اور تہذیبی و تاریخی ضرورت کی تکمیل کے پیشِ نظر اس تحقیقی

مضمون کے لئے موضوع کے طور پر "برصغیر کے نومسیحی مصنفین کی آپ بیتیوں اور سوانح عمریوں کی فنّی، تاریخی اور مذہبی حیثیّت کا جائزہ" کا انتخاب کیا گیا ہے۔

موضوع زیرِ بحث جدید اور منفرد خصائص کا حامل ہے۔ علمی حلقوں میں نومسیحیوں کی آپ بیتیاں اور سوانح عمریاں کبھی براہِ راست زیرِ بحث نہیں آئیں۔ اس پس منظر میں یہ تحقیقی کام بڑی افادیّت کا حامل ہے، اس کی تکمیل سے دفاعِ اسلام کے بہت سے پہلوؤں کی تلاش کی راہ ہموار ہو گی، برصغیر کے نو آبادیاتی نظام کی تفہیم میں مدد ملے گی، مسیحیوں کے تبشیری نظام کے بہت سے پہلو واضح ہوں گے، فروغِ مسیحیت کے ذرائع کا اندازہ ہو سکے گا، اُن اسباب و محرکات کا علم ہو سکے گا جو بہت سے لوگوں کے قُبولِ مسیحیت کے پس منظر میں موجود تھے، مذاہب کے تقابلی مطالعات کے ضمن میں یہ ایک قابلِ قدر علمی کام ہو گا۔ مضمون ہذا میں علمی مباحث کو پانچ اجزاء میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے جُزو میں موضوعِ تحقیق کا تعارف کرایا گیا ہے اور اس کی علمی و فکری اہمیت واضح کی گئی ہے۔ دوسرے جُزو میں آپ بیتیوں اور سوانح عمریوں کا مفہوم اور اُن کی فنّی نوعیت کو واضح کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں علم و ادب سے وابستہ ماہرین کے اقتباسات سے ہر دو اصنافِ ادب کی نوعیت و حیثیّت کو واضح کیا گیا ہے۔ تیسرے جُزو میں نومسیحیوں کی آپ بیتیوں اور سوانح عمریوں کی تاریخی و مذہبی حیثیّت کا جائزہ لیا گیا ہے۔ چوتھا جُزو سفارشات سے متعلق ہے۔ پانچواں اور آخری جُزو خلاصہ بحث پر مشتمل ہے۔

آپ بیتیوں اور سوانح عمریوں کا مفہوم اور ان کی فنّی نوعیّت

ایک دوسرے کے حالات و واقعات اور تجربات و تجزیات سے سبق سیکھنا انسانی فطرت ہے۔ انسان زمانۂ قدیم سے ہی اپنی ذات اور اپنے موقف کے اظہار کے لئے مختلف طریقے اختیار کرتا آیا ہے۔ آپ بیتیاں اور سوانح عمریاں بھی انسانوں سے متعلق حقائق جاننے کے ذرائع ہیں۔ کسی تجربہ کار اور ماہر انسان کے احوال و کوائف، اس کی حرکات و سکنات، اس کے اقوال و ملفوظات، اس کے تجربات و مشاہدات، محسوسات و نظریات اور پسند و ناپسند سے متعلق مستند و معتبر معلومات یقیناً علم و حکمت کا بیش قیمت ذخیرہ ہوتی ہیں۔ اس سے اس شخص کی زندگی کے اُتار چڑھاؤ کا علم ہوتا ہے، یہ علم کسی تجسُّس کی تشفی بھی ہے اور حُصولِ عبرت کا ذریعہ بھی۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے اہلِ بصیرت اور انسانیّت کی خیر چاہنے والے لوگوں نے اپنے حالات و خیالات کو تحریر کیا۔ اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے حالات خُود تحریر کرے تو اُسے "آپ بیتی" یا "خود نوشت" کہا جائے گا اور اگر کسی شخص کے حالات کو کوئی دوسرا شخص ضبطِ تحریر میں لائے تو یہ "سوانح عمری" کہلائے گی۔ انگریزی میں آپ بیتی کو "Autobiography" جبکہ سوانح عمری کو "Biography" کہتے ہیں۔ دونوں اصنافِ ادب کثیر الجہات مقاصد کی حامل ہیں۔ "آپ بیتی" کی نوعیت اور اس کے خصائص کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر صفدر سلطان اصلاحی نے لکھا ہے:

> "فن خود نوشت ادب کی ایک معروف اور مفید صنف ہے۔ اس سے بنی نوع انسان کو ایک دوسرے کے تجربات و مشاہدات اور احوال و کوائف سے آگاہی ہوتی ہے۔ اس صنف کا

آغاز وارتقاء صدیوں پر محیط ہے، انسان ابتداء سے اپنی ذات اور تجربات کے اظہار کے لئے نت نئے طریقے اختیار کرتا رہا ہے۔ یہ فی الواقع انسان کے اس جذبۂ تجسس کی مظہر ہے جس کے باعث وہ اپنے گردوپیش کو جاننے اور سمجھنے کی سعی کرتا ہے۔ کائنات کے بے پناہ مسائل اور اسرار و رموز سے واقفیت رکھنے والے شخص کی یہ فطری خواہش ہوگی کہ وہ اپنے دوسرے بھائیوں سے تجربات ومشاہدات اور حقائق و معلومات کا تبادلہ کرے۔ اس سے وہ صرف ایک دوسرے کے تجربات سے آگاہ ہی نہیں ہوتا بلکہ خود کو ذہنی آسودگی اور سکون فراہم کرتا ہے۔ کیونکہ اپنی ذات تک پہنچنے کا اس کے پاس یہی واحد راستہ ہے۔"[۱]

آپ بیتی کے مفہوم، نوعیّت اور اجزائے ترکیبی کا دامن بڑی وُسعت کا حامل ہے۔ یہ کسی شخص کی وہ کہانی ہے جسے وہ خُود اپنی صلاحیّت اور انداز کے مطابق بیان کرتا ہے۔ کوئی قاعدہ یا ضابطہ اس کی مرضی پر عمل کرنے کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتا۔ وہ چاہے تو اپنی بات کو اپنے حسب نسب سے شروع کرے یا خاندانی کوائف اور ان کے مذہبی، سیاسی، سماجی اور کاروباری پس منظر کو واضح کرے۔ محمد طفیل نے آپ بیتی کی تعریف و تشریح اِن الفاظ میں کی ہے:

"کسی انسان کی زندگی کے تجربات، مشاہدات، محسوسات، نظریات اور عقاید کی ایک مربوط داستان ہوتی ہے۔ جو خود اس نے بے کم و کاست اور راست راست قلم بند کردی ہو، جسے پڑھ کر اس کی زندگی کے نشیب و فراز معلوم ہوں۔ اس کے نہاں خانوں کے پردے اُٹھ جائیں اور ہم اس کی خارجی زندگی کے سوا اس کی داخلی کیفیات کے حجرے میں بھی جھانک کر دیکھ سکیں۔"[۲]

آپ بیتی میں درج معلومات کا انحصار صاحبِ کتاب کی مرضی اور نیّت و ارادہ پر ہوتا ہے۔ اُسے اختیار ہوتا ہے کہ وہ جس منظر اور پہلو کو چاہے تو بیان کردے اور چاہے تو مخفی رکھے اور نظر انداز کردے۔ آپ بیتی شخصی و انفرادی تجربے، داخلی احساسات و جذبات اور مافی الضمیر کے اظہار کا ایک اہم ذریعہ ہُوا کرتی ہے۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

"آپ بیتی محض احوال وواقعات کا مجموعہ نہیں ہوتی، بلکہ اکثر اوقات لکھنے والے کی داخلی کیفیتوں، دلی احساس، شخصی اور عملی تجربوں، زندگی کے جذباتی پہلوؤں اور بحیثیت مجموعی زندگی کے بارے میں اس کے نقطۂ نظر کی ترجمانی کرتی ہے۔"[۳]

---

(۱) اصلاحی، ڈاکٹر صفدر سلطان، عربی زبان میں خود نوشت سوانحی ادب کا ارتقاء، مسلم یونیورسٹی، شعبہ کلیات، علی گڑھ، حکیم اجمل خان طبیہ کالج، ۲۰۱۶ء، مقدمہ، ص:۷

(۲) محمد طفیل، مجلہ "نقوش" آپ بیتی نمبر، تصریحات، ادارہ فروغ اردو، لاہور، جون ۱۹۶۴ء

(۳) ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، اصنافِ ادب، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۲ء، ص:۱۶۶

آپ بیتی کو علم و عرفان، شعور و معرفت، تحقیق و تلاش، تنقیح و تنقید، تفہیمِ ذات اور ترسیلِ فکر و خیال کا ایک معتبر و مؤثر وسیلہ سمجھا جاتا ہے۔اسی غیر معمولی اہمیت وافادیت نے آپ بیتیوں کی تحریر و تسوید کو روانی اور وُسعت عطا کی ہے۔ یہ علم و فکر کے بہت سے مخفی خزائن کی دریافتوں کا باعث ہو سکتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مذہب اور ادبیات سے وابستہ بہت سے محققین نے اس نادر علمی ورثہ سے ہر دور میں استفادہ کی کوشش کی ہے۔

نو مسیحیوں کی آپ بیتیوں اور سوانح عمریوں کی تاریخی و مذہبی حیثیت

آپ بیتیوں اور سوانح عمریوں میں درج مباحث کا بلاواسطہ یا بالواسطہ تعلق مختلف افراد و اقوام سے ہوتا ہے۔ان میں بہت سے مذہبی، سیاسی، معاشی، معاشرتی اور تہذیبی پہلو زیرِ بحث آتے ہیں۔نادر معلومات بیان ہوتی ہیں، امید افزاء اور منفرد دعوے کیے جاتے ہیں، غیر معمولی انکشافات کئے جاتے ہیں، بلاشبہ یہ چیزیں اکثر اوقات حسّاسیّت کو جنم دیتی ہیں۔ یہاں محض حالات و واقعات کا بیان نہیں ہوتا بلکہ مصنف کی رائے بھی ساتھ ساتھ شاملِ متن ہوتی جاتی ہے، ہر شخص کا تجربہ الگ ہے، اس کا تجزیہ و تبصرہ الگ ہے، فطرت و جبلّت الگ ہے، اس کی ذات کے مفادات بھی ہیں، کوئی خاص تاثر قائم کرنا اس کی ضرورت ہو سکتا ہے، اس کے مشاہدات و محسوسات میں نقص واقع ہو سکتا ہے، انسان فطری طور پر اپنی پسند کی اشیاء کا اسیر ہوتا ہے، وہ اپنی ناپسندیدہ اشیاء کو منفی انداز میں بیان کرنے پر مجبور ہوتا ہے، اظہار و بیان میں وہ اپنی صلاحیت کا پابند و محتاج بھی ہے، وہ کسی حقیقت یا منظر کے اُسی رُخ کو واضح کر سکتا ہے جو اس کے فہم کے مطابق ہو، اس کی قلبی واردات کسی دوسرے کے فہم و خیال میں کماحقّہ جگہ نہیں پا سکتی، مصنف کے ہاں کامیابی قرار پانے والے اجزاء کسی دوسرے کے ہاں ناکامی کا نشان ہو سکتے ہیں، اس کے دعوؤں کے پیچھے اس کے جذبات ہوتے ہیں، اس کی داخلی کیفیات اس کے دل و دماغ پر غالب رہتی ہیں، اُس کا دلی احساس یا عملی تجربہ دیگر انسانوں سے مختلف و منفرد ہو سکتا ہے اور اس کی خود پسندی اس کے قلم پر اثر انداز ہو سکتی ہے۔اسی نوعیّت کے بہت سے ایسے پہلو موجود ہیں جو آپ بیتیوں اور سوانح عمریوں میں تحریر کئے گئے بہت سے بیانات اور دعوؤں کو غیر معتبر، مشکوک اور مبنی بر آمیزش و تصنّع قرار دلا سکتے ہیں۔اس پس منظر میں بہت ضروری ہے کہ آپ بیتیوں اور سوانح عمریوں میں سے کمزور اور مشکوک پہلوؤں کو تلاش کیا جائے، گہرے نقد و نظر کے بعد ہی کسی بیان کو سندِ اعتبار سے نوازا جائے۔ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ اکثر اوقات انسان خُود پسند واقع ہوا ہے، وہ خُود سے محبت کرتا ہے، اکثر اوقات وہ دوسروں کو جس معیار پر جانچتا ہے وہ خُود کو جانچتے وقت وہ معیار نظر انداز کر دیتا ہے۔اس فطری کمزوری کے تحت آپ بیتی لکھتے وقت مصنف اپنے آپ کو ایک غیر معمولی انسان بنا کر پیش کرتا ہے، وہ اپنے قاری کی ہمدردیاں حاصل کرنے کی پوری کوشش کرتا ہے۔ آپ بیتی میں مبالغہ آرائی اور اپنی کمزوریوں پر پردہ ڈالنے کی کوشش نظر آتی ہے۔اُصول، دیانت اور شرافت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ بیتی میں غلطیوں اور کوتاہیوں کا اظہار و اقرار ہو اور مصنف

اعتدال و توازن اور تناسب سے کام لے۔[۱] آپ بیتی میں مصنف کے حالات کے علاوہ ارد گرد کے لوگوں کی شخصیت اور کردار پر بھی بات ہوتی ہے، اس طرح آپ بیتی ذہنی و نفسیاتی رُجحانات کی عکاس ہوتی ہے۔

برصغیر کا نو آبادیاتی دور مذہبی اور علمی حوالوں سے بڑی حسّاسیّت کا حامل ہے۔ انگریز نے اپنے اقتدار کی مضبوطی کے لئے مسیحی مذہب کا سہارا لینے کی بھرپور کوشش کی۔ مسیحی پادریوں نے اسلام مخالف کُتب تحریر کیں۔ اشتعال اور منافرت پر مبنی مذہبی ادب تخلیق کیا گیا۔ بیرونِ ملک سے پادریوں کو بُلایا گیا تاکہ مقامی پادریوں کی حوصلہ افزائی اور تربیت کا سامان ہو سکے۔ حکومت کی اس حکمتِ عملی کے نتیجے میں جرمنی، فرانس اور برطانیہ سے متعدد پادری ہندوستان آ گئے۔[۲] مسیحیت کی تبلیغ کے ساتھ ساتھ سابقہ حکمرانوں کے مذہب یعنی اسلام کے خلاف زہریلا پروپیگنڈا شروع کر دیا گیا۔ مسیحی مشن کی پُشت پر حکومتِ وقت کھڑی تھی، سیاسی طاقت اور سرمایہ کی فراوانی نے بہت سی مشکلات کو آسانیوں میں بدل دیا تھا۔ اسلام کی ہر نشانی اور علامت مسیحی پادریوں کے نشانے پر تھی۔ مسلم اوقاف کو ختم کر دیا گیا، قانونِ وراثت تبدیل کر دیا گیا، فہمِ اسلام میں مدد فراہم کرنے والی زبانوں یعنی عربی، فارسی اور اُردو کی ہر میدانِ علم سے فراغت کی حکمتِ عملی اپنائی گئی، ان زبانوں کی جگہ انگریزی زبان کے فروغ کے لئے بھرپور اقدامات کئے گئے۔ اسلام پر علمی حملوں کی راہ ہموار کی گئی، پیغمبرِ اسلام ﷺ پر علمی، سیاسی، سماجی، نفسیاتی، جذباتی اور ذاتی حوالوں سے اعتراضات اور الزامات کی بوچھاڑ کر دی گئی، قرآنِ مجید پر تعصُّب و نفرت پر مبنی تبصرے جاری کئے گئے، حدیثِ نبوی ﷺ کے متن اور اس کی تاریخ و تدوین کا مذاق اُڑایا گیا، تصوف کو اسلامی روایت کے خلاف بغاوت قرار دیا گیا، معاندانہ مذہبی کتب کی اشاعت کے لئے تیز رفتار اقدامات کئے گئے، نظامِ تعلیم پر حملہ کیا گیا، اسلامی تعلیمات اور مسلمانوں کے تہذیب و تمدن کی تردید و مذمّت کے لئے ہر حربہ استعمال کیا گیا۔ حکومت اور مسیحی پادریوں کی خواہش اور منصوبہ بندی یہ تھی کہ مسلمان اپنے مذہب سے بددل اور متنفر ہو جائیں، دل برداشتہ ہو جائیں، اسلام ترک کر کے مسیحیت کو قبول کر لیں، اگر ایسا نہ ہو سکے تو کم از کم ان کے عقائد میں پختگی کا عنصر کمزور پڑ جائے، اُن کی محبتِ رسول کی روش پر زد پڑے، وہ تشکیک و تذبذب کے اندھیروں میں گم ہو جائیں۔[۳] ان اقدامات نے برصغیر کے مذہبی، سیاسی اور سماجی ماحول کو نفرت و اشتعال کے حوالے کر دیا۔

مسیحیت کی ترویج و اشاعت کے لئے جو اقدامات کئے گئے ان کی حقیقت واضح کرنے اور زہریلے پروپیگنڈے کا جواب دینے کے لئے مسلم علماء نے جرأت مندانہ کردار ادا کیا، انہوں نے اس سرکاری روش اور الزاماتی ماحول کے مختلف پہلوؤں پر سنجیدگی سے غور و خوض کیا اور دفاعِ اسلام کے لئے متحرک و فعّال کردار ادا کر کے تاریخ ساز نتائج

---

(۱) پروفیسر عصیم، ونسینٹ پس، فنِ شخصیت نگاری، نرالی کتابیں، ونیس ہاؤسنگ سکیم، فیروز پور روڈ، لاہور، ۲۰۱۳ء، ص:۹۶

(۲) امداد صابری، فرنگیوں کا جال، فرید بک ڈپو، انڈیا، دہلی، ۲۰۰۶، ص:۱۰۷-۱۳۰

(۳) امداد صابری، فرنگیوں کا جال، ص:۱۴۹-۲۰۲

حاصل کئے۔ اُنہوں نے مسیحی پادریوں کے سیاسی مفادات اور ان کے مذہبی پسِ منظر سے عوام کو آگاہ کیا، پادریوں کی حکمتِ عملی کا مکمل تعاقب کیا، اُن کی مذہبی کمزوریوں کو پوری علمی صلاحیّت کے ساتھ طشت از بام کیا، مسلم عوام میں مایوسی اور نااُمیدی کے جذبات کو پیدا ہونے سے روکا اور اُن میں اسلامی عقائد کے تحفظ کا جذبہ پیدا کیا، مسلمانوں کو اس قابل بنایا کہ وہ اسلامی تہذیب وتمدن کے احیاء پر اصرار کر سکیں، علمی میدان میں شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کیا گیا، ایسا بے مثال مذہبی ادب تخلیق کیا گیا جس سے مسیحی پادریوں کے پیدا کردہ شکوک وشبہات کو دور کر دیا گیا، اس کے ساتھ ساتھ مسیحیت کے داخلی اختلافات اور علمی کمزوریوں کو واضح کیا گیا، مسیحی فکر میں موجود اُن خامیوں کی نشاندہی کی گئی جنہوں نے مسیحیت کو اس کی اصل راہ سے دور لا کھڑا کیا تھا۔(۱) مسلم علماء نے مسیحی فکر کی تردید کے لئے سنجیدہ اُسلوب اختیار کرتے ہوئے مضبوط دلائل پر مشتمل کُتب تحریر کیں اور مسیحی پادریوں سے مناظرے کئے۔ اس ساری علمی وعملی جدوجہد کے نہایت مثبت اثرات برآمد ہوئے۔ دفاعِ اسلام کی اس متحرک اور جاندار حکمتِ عملی کے باوجود چند مسلمان اپنے ایمان کو قائم نہ رکھ سکے، انہوں نے اسلام کو خیر باد کہہ دیا اور مسیحیت کو قبول کر لیا۔ اُن نو مسیحیوں میں مختلف علمی درجوں کے لوگ شامل تھے۔ اُن میں کچھ اہلِ قلم بھی تھے جنہوں نے بعدازاں ترویجِ مسیحیت کے لئے بھرپور کوششیں کیں۔ انہوں نے اپنے سابقہ مذہب یعنی اسلام پر بھی اعتراضات بیان کئے۔(۲) ان میں سے بعض حضرات نے اپنی تبدیلیٔ مذہب کی کہانی کو کتابی شکل دیتے ہوئے "آپ بیتی" تحریر کر دی۔ بعض حضرات ایسے ہیں جن کی قُبولِ مسیحیت کی رُوداد کو اُن کی زندگی میں یا اُن کے انتقال کر جانے کے بعد "سوانح عمری" کی شکل میں کسی دوسرے مصنف نے مدوّن کیا۔

برصغیر میں یورپی اقوام کی آمد خصوصاً برطانوی سامراج کا غلبہ عالمِ مسیحیت کا ایک سوچا سمجھا منصوبہ تھا۔ اسلام کے خلاف نفرت کو عام کرنا اور مسیحیت کی قُبولیّت کے لئے راہیں ہموار کرنا اس منصوبے کے اہداف میں خصوصی طور پر شامل تھا۔ مذہب کو تبدیل کرنے کی مہم کی تشہیر سرکاری سطح پر اسی لئے کی جارہی تھی کہ سابقہ حکمرانوں کے مذہب کے نشانات کو مٹا دیا جائے، اسلام کو خیر باد کہنے والوں کی ستائش کی جارہی تھی، مسیحیت قُبول کرنے والوں کو اعزازات اور سہولیات سے نوازا جارہا تھا۔ مسیحی حلقوں کے لئے اس حوصلہ افزاء ماحول نے اسلام چھوڑنے والوں کو یہ ہمت دی کہ وہ اسلام کے خلاف توہین آمیز لب ولہجہ اختیار کریں۔ ذیل میں نو مسیحی مسنفین کا تذکرہ کریں گے جنہوں نے اسلام ترک کر کے مسیحیت کی راہ اپنائی۔

پادری صفدر علی دھول پور (م۱۸۹۹ء) آگرہ کے ایک مسلم گھرانے میں پیدا ہوئے اُن کا سنِ پیدائش ۱۸۳۰ء

---

(۱) مہانی، سید آلِ حسن، کتاب الاستفسار، تحقیق: ڈاکٹر خالد محمود، دارالمعارف، لاہور، ۱۹۹۰ء، ص:۳۹۱

(۲) عمادالدین، پادری، واقعاتِ عمادیہ، پنجاب ریلیجئس بک سوسائٹی، لاہور، س،ن، ص:۱۷؛ سلطان محمد پال، پادری، میں مسیحی کیوں ہو گیا؟، پنجاب ریلیجئس بک سوسائٹی، لاہور، س،ن، ص:۶

ہے،[۱] بچپن میں والدین وفات پاگئے تھے، حالات کی ابتری کے باوجود اُنہوں نے تعلیم کے معاملہ میں خوب دلچسپی لی۔[۲] گورنمنٹ کالج آگرہ میں مسیحی اساتذہ سے روابط کے نتیجے میں مسیحیت کی طرف راغب ہوئے۔[۳] یہ اپنے دوست عمادالدین کے ہمراہ ایک مسلم عالمِ دین عبدالحلیم سے ملے مگر مسیحیت سے رغبت میں کمی نہ آسکی، بعد ازاں ۱۸۶۵ء میں اسلام چھوڑ کر مسیحیت کو قبول کر لیا، مسیحی حلقوں میں نمایاں خدمات انجام دیں، فارسی وفلسفہ کے استاد رہے، ڈپٹی انسپکٹر مدارس کے طور پر کام کیا۔ "نیاز نامہ" ان کی وہ کتاب ہے جس میں انہوں نے تفصیل سے اپنی تبدیلیٔ مذہب کی رُوداد کو قلم بند کیا۔ اُن کی دیگر کتب میں "غذائے روح" اور "دجال مسیح" نمایاں ہیں۔[۴] اُنہوں نے اپنی منفرد آپ بیتی کو تمام مسلمانوں کے نام ایک کُھلے خط کے طور پر تحریر کیا ہے، کتاب کے سرِ ورق پر لکھا گیا ہے کہ یہ وہ خط عام ہے جس کو مولوی صفدر علی انسپکٹر مدارس جبل پور متوطن اکبر آباد نے بجواب خطوط اپنے احباب وآشنایان ممالک مغربی ومشرقی کے لکھا۔[۵] مصنف نے دوستوں کے خطوط کے جواب میں ۳۰۸ صفحات پر مشتمل ایک طویل تحریر تیار کی اور واضح کیا کہ کیوں اُس نے دینِ اسلام کو ترک کیا اُس کا دعویٰ ہے کہ دینِ محمدی یعنی اسلام کسی بھی صورت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے، مزید یہ کہ حضرت محمد ﷺ بھی اللہ تعالیٰ کے رسول نہیں ہیں۔ اُس کا دعویٰ ہے کہ مسیحیت سچا دین ہے اور خدا کی طرف سے ہے، وہ کہتا ہے کہ ساری انسانیت کی نجات کا دارومدار حضرت مسیح علیہ السلام پر ہے، وہی گناہ گاروں کی شفاعت کریں گے۔[۶] اُس نے بڑی تفصیل کے ساتھ بائبل کی صحت پر دلائل دیئے ہیں اور مسلمانوں کے ان دعووں کی تردید کی ہے کہ بائبل میں تحریف ہوئی ہے یا وہ منسوخ ہے۔ اسلام سے متعلق اس کے اشکالات کو درج ذیل نکات کی صورت میں واضح کیا جاتا ہے۔

ا۔ قرآن وحدیث نے کتابِ مقدس کو اللہ تعالیٰ کا کلام قرار دیا ہے اور اس کی صداقت کی کامل شہادت دیتے ہیں مگر اسی کے مطالب ومقاصد کے برخلاف تعلیم بھی دیتے ہیں، لہٰذا کامل یقین ہے کہ قرآن کلام اللہ نہیں اور نہ حدیث خدا کی طرف سے الہام ہے۔[۷]

ب۔ کتابِ مقدس کے محرف اور منسوخ ہونے کے بارے میں مسلمانوں کے دعوے غلط ہیں۔[۸]

---

(1) Khokhar ,Emanual, Rev, *Who is Who (Missions among Muslims)*,(South Korea: Yehyang Presbyterian, Church Seoul, 2006AD),180

(۲) یاد، یوسف مسیح، خدمت گزار سے دار بر دار تک، مسیحی مشاہیر از گریفن جونز شرر، حصہ دوم، کرسچن رائٹرز گلڈ، لاہور، ۱۹۹۰ء، ص:۱۶۷

(۳) عمادالدین، پادری، واقعاتِ عمادیہ، ص:۴

(۴) یوسف مسیح یاد، خدمت گزار سے دار بر دار تک، مسیحی مشاہیر، حصہ دوم، ص:۱۶۷

(۵) صفدر علی، پادری، نیاز نامہ، مشن پریس، الہ آباد، ۱۸۶۷ء، ص:۱

(۶) ایضاً، ص:۲-۶

(۷) ایضاً، ص:۶-۸

(۸) ایضاً، ص:۷۵-۷۷

مسلم علماء جب کتابِ مقدس کی تحریف ثابت نہ کرسکے تو اُنہوں نے تحریف کے معنٰی ہی بدل دیئے اور اُن باتوں کو تحریف بتلایا جن سے کوئی کتاب محرف نہیں ہوتی۔[۱]

پادری عماد الدین پانی پتی (م ۱۹۰۰ء) نے غیر ملکی پادری ہنری رابرٹ کلارک کے ہاتھ پر مسیحیت سے وفاداری کا عہد کیا، اُس وفاداری کو ثابت کرنے کے لئے اُس نے اسلام کے خلاف کُتب و مقالات تحریر کرنے کا وسیع سلسلہ شروع کیا، اپنی قُبولِ مسیحیت کی کہانی کو "واقعاتِ عمادیہ" کے نام سے تحریر کیا، برصغیر کے مذہبی ادب میں یہ مخاصمانہ نوعیت اور انتشار واشتعال پر مبنی خصائص کی حامل آپ بیتی ہے۔ اسلام کو خیر باد کہہ کر حلقۂ مسیحیت میں داخل ہونے والے معروف مسیحی مبلغ و مصنف پادری عمادالدین نے اس میں اپنی قُبولیّتِ مسیحیت کی رُوداد کو تحریر کیاہے۔ مولوی کریم الدین اُن کے بڑے بھائی تھے اور دہلی کالج سے تعلیم یافتہ تھے، وہ آگرہ کالج میں تدریس کرتے تھے، عمادالدین نے وہیں اُن کی نگرانی اور رہنمائی میں تعلیم حاصل کی۔ ۱۸۵۷ء کے بعد مولوی کریم الدین پنجاب آگئے اور محکمہ تعلیم سے وابستہ ہوگئے، عمادالدین بھی اُن کے ساتھ لاہور آگئے۔ اسی جگہ اُنہیں میکن تاش ہیڈ ماسٹر نارمل اسکول لاہور سے ملنے کے مواقع میسر آئے۔ اُن سے عمادالدین نے بائبل کی تعلیم پائی۔ انہی دنوں صفدر علی نے مسیحیت قبول کرلی۔ یاد رہے کہ یہ صاحب قیامِ آگرہ کے زمانے میں عمادالدین کے دوست تھے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد ۲۹ اپریل ۱۸۶۶ء کو عمادالدین نے پادری ہنری رابرٹ کلارک کے ہاتھ پر امرتسر میں مسیحیت کو قُبول کرلیا۔[۲] قُبولِ مسیحیت کے بعد اُس نے اسلام کی مخالفت اور مسیحیت کی حمایت میں کُتب اور رسائل لکھے۔ عمادالدین کی کتب اُن ہدایات کا نتیجہ تھیں جو وہ مغربی دُنیا سے آئے ہوئے پادریوں سے حاصل کیا کرتے تھے۔ یوسف مسیح یاد جن کا تعلق مسیحیت سے ہے، وہ لکھتے ہیں:

> "پادری رابرٹ کلارک کی طبیعت نے عمادالدین پر بڑا گہرا اثر ڈالا۔ وہ پادری صاحب کے مغربی علماء کے خیالات کو مشرقی رنگ میں سپردِ قلم کرتے رہے۔"[۳]

یاد رہے کہ اُنہوں نے چھتیس برس کی عمر بطور مسلمان گزارنے کے بعد مسیحیت کو قُبول کیا۔ عماد الدین کے بیان کے مطابق وہ بہت سے علمی و فکری اور روحانی مراحل سے گزرنے کے بعد مسیحی ہوئے۔ اسے اسلام سے متعلق تشکیک پیدا ہوئی، صوفیانہ تجربات سے گزرے، ترکِ دُنیا اور چلہ کشی کی راہ بھی اختیار کی، ایک مرحلہ ایسا آیا کہ تمام مذاہب سے بیزار ہوگئے اور مذہبی فکر وخیال کو بے مقصد سمجھتے رہے۔[۴] قُبولِ مسیحیت کے بعد مسیحی حلقوں میں بڑے معروف ہوئے، اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کی تردید اور اہانت کے لئے طویل سلسلۂ تصنیف اختیار کیا، عماد

---

(۱) صفدر علی، پادری، نیاز نامہ، ص:۷۹-۸۱

(۲) اختر راہی، سید ناصر الدین ابوالمنصور دہلوی اور مسیحی۔ مسلم مناظراتی ادب، مجلہ: عالم اسلام اور عیسائیت، اسلام آباد، اگست ۱۹۹۲ء، ص:۶

(۳) یوسف مسیح یاد، مسیحی مشاہیر، ۱/۹۶

(۴) عماد الدین، واقعات عمادیہ، ص:۱۱، ۱۰، ۵، ۴

الدین نے ستر سال عمر پائی اور ۱۹ اگست ۱۹۰۰ء کو امر تسر میں وفات پائی۔[1]

سفر نامہ کی طرز پر لکھی گئی آپ بیتی "سفر دکن" ہے جسے پادری جے علی بخش (م ۱۹۰۶ء) نے اگست۔ ستمبر ۱۹۰۴ء میں ترتیب دیا۔ یہ اُن خطبات کا مجموعہ ہے جو مصنف نے ترکِ اسلام اور قبولِ مسیحیت کے بعد مسلمانوں کے سامنے حیدرآباد دکن میں پیش کئے۔ اس کتاب میں مسلم مسیحی مناظروں کا تذکرہ بھی ہے۔ اسلامی عقائد وروایات کی تردید اور مسیحی فکر وفلیفہ کی تائید سے یہ کتاب عبارت ہے۔ گناہ، جبر وقدر، بشاراتِ محمدی ﷺ، افضلیتِ عیسیٰ علیہ السلام، کُتبِ سماویہ کی حیثیت، کفارہ، تجسیم، اور تثلیث کے بارے میں مسیحیوں کے موقف کی وضاحت ہی نہیں کی گئی بلکہ مسلمانوں کے موقف پر طرح طرح کے اعتراضات کئے گئے ہیں۔ مسلمانوں پر جبری تبلیغ اور بُزدلی کے الزامات لگائے گئے۔ کتاب کے ادبی ولسانی معیار کو بلند کرنے کے لئے کہیں کہیں اشعار کا سہارا بھی لیا گیا ہے۔[2]

پادری سلطان محمد پال (م ۱۹۲۶ء) کو مسیحی حلقوں میں بڑی ستائش سے نوازا جاتا ہے، پال نے "میں کیوں مسیحی ہو گیا" کے نام سے وہ حالات لکھے جن میں وہ اسلام سے ناطہ توڑ کر مسیحیت کے دامن گیر ہوا۔ پال نے گناہ اور نجات کے بارے میں اسلام اور مسیحیت کا مطالعہ کیا، اسلامی تصورات سے مطمئن نہ ہو سکا۔ قُبولِ مسیحیت کر کے اسلام کے خلاف کُتب تحریر کرنے کے سلسلے کا آغاز کیا۔ مذکورہ آپ بیتی اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے۔[3] قُبولِ مسیحیت کے بعد پال نے نہایت فعّال مسیحی پادری کا کردار ادا کیا، مسیحیوں کے علمی حلقوں میں ان کی قدر وقیمت کا اندازہ ایس۔کے۔داس کے اس بیان سے بخوبی کیا جاسکتا ہے:

> "پادری سلطان محمد پال کا نام آج بھی کلیساؤں میں نہایت عزت و احترام سے لیا جاتا ہے۔ آپ مناظرہ، بحث وکلام کرنے میں بڑے فصیح و بلیغ شخصیت کے مالک تھے اور اس میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔"[4]

ادب وافسانہ کے اعلیٰ معیار اور منفرد لسانی ذوق کی حامل آپ بیتی "بشپ سبحان ایک صوفی کی داستانِ حیات" ہے، اسے بشپ عبد السبحان (م ۱۹۴۲ء) نے تحریر کیا، مصنف عالمانہ اور صوفیانہ مزاج رکھنے والا مسلمان تھا، وہ مسیحی مشنری تعلیمی اداروں کے ماحول سے متاثر ہُوا اور مسیحی ہو گیا۔ ترکِ اسلام کے بعد اُس نے مسلمانوں کے عُلوم وعقائد پر بڑے نازیبا حملے کئے، قرآنی آیات کی غلط تشریحات کرتا رہا، تصوف کی غیر اسلامی تعبیرات بیان کرتا رہا اور

(۱) امداد صابری، فرنگیوں کا جال، ص:۲۲۳

(۲) جے علی بخش، پادری، سفر دکن، ص:۱۔۷۸ www.muhammadanism.org.Date07-10-2-2017,Time,8:10pm

(۳) سلطان محمد پال، پادری، میں کیوں مسیحی ہو گیا، ص:۱-۲۴

(۴) ایس۔کے۔داس، تاریخ کلیسائے پاکستان، جے ایس پرنٹرز، لاہور، ۱۹۹۵ء، ص:۱۹۱

اسلام کی غیر حقیقی تصویر پیش کر تا رہا۔[۱] پادری امیر اللہ علوی (م ۱۹۶۴ء) نے ترکِ اسلام اور قبولِ مسیحیت کے اسباب کو بیان کرنے کے لئے "میں زندہ مسیح کے قدموں میں کس طرح پہنچا" کے نام سے مختصر تحریر پیش کی، اُس کا تعلق صوفیاء کے خاندان سے تھا مگر اُس نے مسلم تصوف کو بے کار اور بے نتیجہ ظاہر کیا، اُس نے لکھا کہ اطمینانِ قلب محض مسیحیت کی قبولیّت میں ہے۔[۲] یہ چھ صفحات پر مشتمل آپ بیتی ہے جس میں مصنف نے اپنے خاندانی پس منظر، احساسِ یتیمی، مشنری سکولوں میں ابتدائی تعلیم و تربیت، اپنے خاندان کا صوفیانہ سلسلہ سے وابستہ ہونا، مشنری ہسپتال میں بیوی کے علاج، مسیحی پادریوں سے ملاقاتوں اور قبولِ مسیحیت پر اظہارِ اطمینان کو بحث کے موضوعات بنایا ہے۔

پادری برکت اللہ (م ۱۹۷۲ء) نے "کربلا سے کلوری تک" میں اپنے حالات تحریر کئے۔ وہ شیعہ مسلمان گھرانے سے تھا، قبولِ مسیحیت کے بعد اُس نے بیس سے زائد کُتب تحریر کیں۔ اسلام کے خلاف معاندانہ روش اختیار کی، اپنی آپ بیتی میں اُس نے مسیحی مبشرین کی انسانیت نوازی کی تعریف کی، انجیل کو معتبر قرار دیا، الوہیت مسیح پر دلائل دیئے، کفارہ کی حمایت پر اصرار کیا اور تثلیث کو درست عقیدہ قرار دیا۔ اُس نے ظاہر کیا کہ پورے فہم و شعور کو استعمال میں لا کر اُس نے اسلام چھوڑنے کا فیصلہ کیا اور حُصولِ نجات کی خاطر اُس نے مسیحیت کو قُبول کر لیا۔[۳] اسلام چھوڑ کر مسیحیت قُبول کرنے والے اہلِ قلم میں ایک اہم نام پادری عبد الحق (م ۱۹۸۰ء) کا ہے۔ عبد الحق نے "میرے مسیحی ہونے کی حقیقت" کے نام سے ایک مختصر آپ بیتی لکھی۔ وہ ادب و فلسفہ میں ماہر تھا نیز اُردو، فارسی اور عربی سے اچھا شغف رکھتا تھا، مسلمانوں کے خلاف کُتب تحریر کرتا رہا اور مناظرے کرتا رہا، اس نے ترکِ اسلام کے جو اسباب تحریر کئے اُن میں نجات، توحید اور بائبل کی تحریف سے متعلق مسلمانوں کے عقائد و نظریات ہیں۔[۴]

ڈاکٹر ابراہیم دیشمکھ (م ۱۹۸۲ء) نے مسیحی ہونے کے تیس سال بعد "جستجوئے حق" لکھی، وہ مسیحی دوستوں کے توجہ دلانے پر مسیحیت کی جانب راغب ہوا، اُسے قصصِ قرآن سے متعلق اشکالات کا سامنا کرنا پڑا، تحریفِ بائبل کے بارے میں اُس موقف کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا جو مسیحیوں کی بابت مسلمان بیان کرتے ہیں۔ بائبل کا مطالعہ شروع کیا، قرآن اور بائبل کے الفاظ و تصورات کے اختلاف کو دیکھ کو اعتراضات شروع کر دیئے۔ جمع و تدوینِ قرآن، قرآنی تصورِ ناسخ و منسوخ اور نُزولِ قرآن کے مراحل سے متعلق اسلامی عقائد و روایات سے غیر مطمئن تھا۔ حدیث کی شرعی قدر و حیثیّت پر بھی اس کے ذہن میں بہت سے سوالات نے جنم لیا۔ بالآخر اسلام چھوڑ دیا اور مسیحی ہو گیا۔ اُس کا اندازِ تحریر مُتاثر کن ہے۔[۵] اسلام سے

---

(۱) عبد السبحان، بشپ سبحان، ایک صوفی کی داستانِ حیات، مسیحی اشاعت خانہ، لاہور، ۱۹۹۷ء، ص: ۱۔۹۹

(۲) امیر اللہ علوی، میں زندہ مسیح کے قدموں میں کس طرح پہنچا، ص: ۱-۶، www.muhammadanism,org,date10-6-2017,time:5.10pm

(۳) برکت اللہ، پادری، کربلا سے کلوری تک، ص: ۱۔۹، www.muhammadanism,org,date7-9-2017,time:10.5pm

(۴) عبد الحق، پادری، میرے مسیحی ہونے کی حقیقت، ص: ۱-۱۳، www.muhammadanism,org,date10-9-2017,time:10.15pm

(۵) دیشمکھ، ڈاکٹر ابراہیم خان عمر خان، جستجوئے حق، ص: ۱-۵۰، www.muhammadanism,org,date9-7-2017time:9.10pm

متعلق تشکیک پر مبنی یہ اعتراضات غیر معمولی اہمیت کے حامل ہیں۔ مسیحیوں کے بارے میں مسلمانوں کی روایتی فکر پر بھی ڈاکٹر ابراہیم نے شکوک و شبہات کا اظہار کیا ہے۔

بلقیس شیخ (م۲۰۰۷ء) نے انگریزی زبان میں آپ بیتی تحریر کی، عنوان تھا (I Dared to Call Him Father)۔ اس کے تراجم اُردو سمیت مختلف زبانوں میں کرائے گئے۔ اُردو میں اس کا عنوان ہے "میں نے اُسے باپ کہنے کی جرأت کی"۔ مُصنّفہ ایک بڑے زمین دار گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں، سیاست و حکومت میں اُن کو ممتاز مقام حاصل تھا۔ بلقیس شیخ نے اپنی نفسیاتی و جذباتی کیفیات، اوہام اور خوابوں میں آنے والے اشارات کی وجہ سے اسلام سے دُوری اختیار کر لی، قرآن و بائبل کا سطحی مطالعہ کیا، تثلیث کی قائل ہو گئی، قرآن و بائبل میں مذکور قصص انبیاء کے اختلاف کا شکوہ کرنے لگی، تحریفِ بائبل سے متعلق مسلمانوں کے موقف کو تسلیم کرنے سے انکار کیا، اسلام کو سخت گیر اور مسیحیت کو انسان دوست مذہب قرار دیا، وہ مصلوبیّت کے مسیحی تصورات کو درست سمجھنے لگی، بالآخر مسیحیت کو قبُول کر لیا اور بقیہ زندگی مسیحیت کی نشر و اشاعت میں بسر کی۔

غلام مسیح نعمان (م۱۹۹۸ء) کی خود نوشت "میرا فضل تیرے لئے کافی ہے" کے نام سے ہے۔ قبُولِ مسیحیت سے نصف صدی بعد اُسے ضبطِ تحریر میں لایا گیا۔ مصنف مسیحی ملازمین و افسران کے نرم اور انسان دوست روّیوں سے متاثر ہُوا اور اسلام چھوڑنے پر آمادہ ہو گیا۔ مسیحیت قبُول کر کے مشنری سرگرمیوں کو اختیار کر لیا۔ وہ جہاد، جبر و قدر اور تصوف سے متعلق اسلامی تصورات کے بارے میں تشکیک کا شکار ہُوا۔ اُس نے مقامی سطح کے مولوی حضرات کے سماجی رویوں پر بھی تنقید کی ہے۔[۱]

آپ بیتیوں کے علاوہ ایسی سوانح عمریاں بھی موجود ہیں جن میں ایسے نو مسیحیوں کے حالات و واقعات کو درج کیا گیا ہے جن کا سابقہ مذہب اسلام تھا۔ بشپ ولیم جی ینگ نے "پادری ایم۔ اسماعیل کے حالات زندگی" تحریر کی، اس کا اُردو ترجمہ جیکب سموئیل شنوا نے کیا۔ پادری ایم-اسماعیل (م۱۸۷۳ء) کے بارے میں تحریر کیا گیا کہ وہ نجات سے متعلق اسلامی تعلیمات سے مطمئن نہ تھا، اِس لئے اُنھوں نے اسلام چھوڑا اور مسیحی ہو گیا۔[۲] وہ ۱۸۳۶ء میں بمبئی میں پیدا ہوا، وہ سید خاندان سے تعلق رکھتا تھا، وہ ایک جذباتی آدمی تھا، اُس کے والد قطب الدین ایک راسخ العقیدہ مسلمان تھے، اُس کی تعلیم و تربیت ایسے ماحول میں انجام پائی جس میں مسیحیت کی مخالفت کی جاتی تھی، اس نے قرآن مجید سے متعلق ابتدائی تعلیم حاصل کر رکھی تھی۔ وہ اُردو اور فارسی زبانیں اچھی طرح جانتا تھا، اُن اسلامی کتب کا خصوصی طور پر مطالعہ کرتا جن میں حضرت مسیح کا تذکرہ ہوتا تھا، البتہ وہ مسیحیت کے ناقد تھا، تعلیمی میدان میں اُس کی کارکردگی

---

(۱) غلام مسیح نعمان، میرا فضل تیرے لئے کافی ہے، ص:۱-۸۰، https://www.the-goog-way.com,Date04-09-2017,Time:7.40pm

(۲) بشب ولیم جی ینگ، پادری، ایم۔ اسماعیل کے حالات زندگی، مترجم: جیکب سموئیل شنوا، ڈایوسیس، چرچ آف پاکستان، سیالکوٹ، ۱۹۸۹ء ص:۱-۹۱

اچھی تھی، اُسے گورنمنٹ سکول میں داخل کرایا گیا، بعد ازاں انگریزی کی معیاری تعلیم کے لئے اُس کو چرچ آف سکاٹ لینڈ سکول میں داخل کرایا گیا۔ اس سکول میں ہندو، پارسی، مسلم اور دیگر مذاہب کے طلبہ زیرِ تعلیم تھے۔ پادری ٹامس ہنٹر سے متاثر ہو کر ایک طالب علم جس کا نام نصر اللہ تھا، نے مسیحیت کو قبول کر لیا، اسی دوران اسماعیل کو اُردو کے اُستاد کے طور پر بھرتی کر لیا گیا، اب نصر اللہ اُردو زبان کا سبق محمد اسماعیل سے پڑھتا تھا۔ پادری ہنٹر اور نصر اللہ کے محمد اسماعیل پر گہرے اثرات ہوئے، وہ مسیحیت کی طرف راغب ہو گیا۔ اُس نے ۲۱ اگست ۱۸۵۶ء کو بپتسمہ لیا۔ اُسے اسلام میں واپس لانے کی بہت کوششیں ہوئیں مگر وہ مسیحیت پر قائم رہا۔[۱] اُس نے بمبئی، سیالکوٹ، وزیر آباد اور گجرات میں تدریسی خدمات کے ساتھ مشنری سرگرمیوں میں بڑی فعالیت کے ساتھ حصہ لیا۔ ستمبر ۱۸۷۳ء میں وہ گجرات میں تھا کہ ٹائیفائیڈ بخار کی وجہ سے اس کا انتقال ہو گیا۔[۲]

پادری اصغر فضل الٰہی پال نے "خادم حق - آنجہانی ڈاکٹر مہر خان کی کہانی" تحریر کی۔ مصنف نے لکھا ہے کہ ڈاکٹر مہر خان (م ۱۹۱۵ء) کا خاندان اس وجہ سے مسیحی ہو گیا کہ اسلام باہمی دشمنیوں اور جذبۂ انتقام کے فروغ کا مذہب ہے۔ وہ محبت و صلح کی تلاش میں ڈاکٹر مہر خان مسیحی ہو گیا۔[۳] اُس کا خاندان وسیع رقبہ اراضی کا مالک تھا۔ یہ لوگ عیسی خیل سے تقریباً چار میل کے فاصلے پر واقع ایک بڑے گاؤں میں رہتے تھے۔ یاد رہے کہ قیام پاکستان سے قبل عیسی خیل انتظامی اعتبار سے ضلع بنوں کا حصہ تھا جو کہ شمالی مغربی سرحدی صوبہ میں شامل تھا جبکہ قیامِ پاکستان کے بعد تحصیل عیسیٰ خیل کو ضلع میانوالی میں شامل کر دیا گیا جو کہ اب پاکستان کے صوبہ پنجاب میں شامل ہے۔ یہ خاندان عیسی خیل میں ممتاز حیثیت رکھتا تھا اور معاشی طور پر خوشحال تھا۔ ڈاکٹر مہر خان کے والد محمد عبد اللہ خان اور اُن کا پورا خاندان مسلمان تھا۔ محمد عبد اللہ خان اپنے قبیلے کی باہمی چپقلشوں اور انتقام لینے کی مقامی روایات سے نفرت کرتا تھا۔ وہ مناسب موقع کی تلاش میں تھا کہ کوئی پُر امن اور انسان دوست لمحات میسر آئیں۔ انہی دنوں مسیحیت کی تبلیغ کرنے والے پادریوں کی تعلیمات سے وہ متاثر ہوا اور اپنے بیوی بچوں سمیت مسیحی ہو گیا۔ بپتسمہ پانے کے بعد اُس کا نام محمد عبد اللہ خان سے بدل کر عبد المسیح رکھ دیا گیا۔ یہ خاندان مسیحیت کے فروغ میں فعّال ہو گیا۔ مسلمانوں کی طرف سے اس خاندان کو مختلف مشکلات کا سامنا کرنا پڑا مگر وہ اسلام کی طرف واپس نہ آئے۔ یوں ڈاکٹر مہر خان کو مسیحیت اپنے والد کی طرف سے پیدائشی طور پر ملی تھی۔ اُن کے والد کا خیال تھا کہ مار دھاڑ، آپس کی دشمنی اور انتقام محض مسلمانوں کا وصف ہے، وہ امن پسندی کی تلاش میں مسیحی ہو گیا۔ ڈاکٹر مہر خان نے بارڈر پولیس کی ملازمت کی، پھر اُسے ترک کر کے معروف مسیحی پادری ڈاکٹر پینل کے قائم کردہ چرچ مشن ہسپتال بنوں میں ملازم ہو گیا اور انہوں

---

(۱) ایم۔ پادری، بشپ ولیم جی ینگ، اسماعیل کے حالات زندگی، ص:۵-۷

(۲) ایضا، ص:۹۱

(۳) اصغر فضل الٰہی پال، پادری، خادم حق، مسیحی اشاعت خانہ، ۳۶۔ فیروز پور روڈ، لاہور، ۲۰۰۴ء، ص:۱-۹۳

نے علمِ طب اور فنِ جراحت میں خوب مہارت پائی۔ ڈاکٹر مہر خان مسیحی عقائد کی کھلے عام تبلیغ کرتا، مسلمانوں سے بحث مباحثہ کرتا، بازاروں میں مسیحیت کی تبلیغ کے لئے ٹیم تشکیل دے کر روانہ کرتا اور خود بھی اس کا حصہ ہوتا، ۱۲مارچ ۱۹۱۵ء کی رات ڈاکوؤں نے اُن کے گھر پر حملہ کیا، اُس حملہ میں یہ قتل ہو گئے، ڈاکوؤں نے اُن کو پیش کش کی تھی کہ اگر یہ اسلام کی جانب پلٹ آئیں تو اُن کو چھوڑا جا سکتا ہے مگر ڈاکٹر مہر مسیحیت پر قائم رہنے کا عزم کرتا رہا، نتیجتاً ان کو قتل کر دیا گیا۔[۱] اُن کی پیشہ ورانہ خدمات اور مشنری سرگرمیوں میں بھرپور شرکت کے پیش نظر مسیحی حلقوں میں اُن کا بڑا احترام پایا جاتا ہے۔

عظیم عامر نے "عصر حاضر کا داؤد" تحریر کی، یہ پادری امام دین شہباز (م۱۹۱۸ء) سے متعلق سوانح عمری ہے۔ امام دین شہباز حیات بعد الممات کے بارے میں تشکیک کا شکار ہوا اور اسلام چھوڑ کر مسیحی ہو گیا، اس نے مسلم صوفیاء پر بھی اعتراضات کئے۔[۲] قبولِ مسیحیت کے نتیجے میں امام دین کو اپنے خاندانی اور سماجی روابط سے دست بردار ہونا پڑا، اُس نے سلسلۂ تعلیم کو جاری رکھا اور امریکہ کی ایک یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری حاصل کی۔ بعد ازاں ایک مسیحی خاتون جس کا نام مریم تھا، سے شادی ہو گئی، ۱۸۸۲ء میں سکاچ مشن کے صدر سکول میں مدرس کی حیثیت سے تعیناتی ہوئی اور جغرافیہ، اردو اور حساب پڑھانے میں زندگی گزری۔ امام دین نے امرتسر اور انبالہ میں بھی تدریس کے فرائض انجام دیئے، وہ قادر الکلام شاعر تھا اور تخلص شہباز تھا، اردو اور فارسی میں شعر کہا کرتے تھے۔ امام دین نے زبور کا پنجابی میں منظوم ترجمہ بھی کیا۔ اور پسرور، سیالکوٹ اور بھلوال میں مسیحیت کی تبلیغی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیا۔ ۱۹۲۱ء میں امام دین کی وفات ہوئی، اور بھلوال کے مسیحی قبرستان میں دفن کیا گیا۔[۳]

نو مسیحیوں کی آپ بیتیوں اور سوانح عمریوں میں ایک اہم فرق یہ ہے کہ آپ بیتیوں میں اسلام سے متعلق سخت و تلخ لب و لہجہ استعمال کیا گیا ہے، اس کے برعکس سوانح عمریوں کے زیادہ تر مباحث کا تعلق قبولِ مسیحیت کے بعد کی مشنری خدمات سے ہے۔ بہر حال یہ سارا متعصّبانہ مواد حقائق سے توجہ ہٹانے کے لیے تشکیل دیا گیا۔ مقامی اور غیر ملکی مصنفین کی اَنْ گنت کُتبِ تاریخ اور رسائل و جرائد کے مضامین اس حقیقت کے گواہ ہیں کہ برصغیر میں برطانوی سامراج کا طرزِ حکومت اسلام اور مسلمانوں سے دشمنی پر عبارت تھا۔ مسلمانوں کو مسیحیت قبول کرنے کے لئے مالی و سیاسی اور سماجی ترغیبات دی جا رہی تھیں۔ دُنیاوی مفادات کے حُصول کے لئے بعض کمزور ایمان کے حامل مسلمانوں نے ترکِ اسلام کر کے مسیحیت کو قُبول کر لیا۔ ان آپ بیتیوں اور سوانح عمریوں میں اسلام پر جو اعتراضات کئے گئے ہیں مولانا رحمت اللہ

(۱) اصغر فضل الٰہی پال، پادری، خادم حق، ص:۱-۹۳

(۲) عظیم عامر، عصر حاضر کا داؤد، مکتبہ عناویم پاکستان، گوجرانوالہ، ۲۰۰۵ء، ص:۱-۱۱۲

(۳) ایضاً، ص:۲۷-۱۱۲

کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا ثناء اللہ امر تسری رحمۃ اللہ علیہ ایسے مسلم علماء اُن کا مُسکت جواب بخوبی دے چکے تھے۔ اس پسِ منظر میں یہ سارا مذہبی ادب جھوٹ، بلا جواز الزام تراشی اور سیاسی و مذہبی پروپیگنڈے کا پلندہ ہے۔

خلاصہ بحث

مقالہ ہذا برصغیر کے نو مسیحی مصنفین کے انتقادی مطالعہ اسلام کے ایک مخصوص پہلو سے متعلق ہے۔ اس میں پیش کردہ تمام گزارشات کے خلاصے کو اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے کہ اسلام ترک کر کے مسیحیت کو قبول کرنے والے حضرات کی آپ بیتیاں اور سوانح عمریاں کثیر الجہتی اہمیت کی حامل ہیں۔ برصغیر کی مذہبی اور علمی و فکری میراث سے متعلق یہ حسّاس اور بے مثال مواد نو مسیحی مصنفین کے خاندانی احوال، ذاتی کوائف، داخلی و خارجی کیفیات، مشاہدات و تجربات، احساسات و جذبات، ذہنی رُجحانات، دلچسپیوں اور عقائد و نظریات کے بارے میں اہم معلومات فراہم کرتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ مذہبی مواد اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اشکالات، اعتراضات اور الزامات کی حقیقت جاننے کا ایک قابلِ اعتبار اور مؤثر ذریعہ بھی ہے۔ اس تاریخی اور علمی ذخیرہ سے ابہامات کے خاتمے میں مدد لی جا سکتی ہے۔ اس مخصوص مذہبی، تاریخی اور اعتقادی پسِ منظر میں اس سوانحی مواد کا جائزہ نہایت ضروری ہے۔ اسلامی عقائد و روایات کی تفہیم اور اُن کے دفاع کی بہت سی راہیں اِس مواد کے مطالعہ سے دریافت ہو سکتی ہیں۔ یہ آپ بیتیاں اور سوانح عمریاں اسلام کے خلاف لکھے گئے مسیحی ادب کا ایک اہم اور منفرد حصہ ہیں۔ یہ ادب تعصّب، نفرت اور اشتعال کے فروغ کا باعث بنا۔ اس میں شوخیٔ تحریر، بے لگام منطق اور انسانی نفسیات و جذبات کا سہارا لے کر قرآن، حدیث، سیرتِ طیبہ، فقہ، تصوف، خلافتِ راشدہ، اسلامی ریاست، مسلم فکر اور اس کے متعلقات پر اعتراضات کئے گئے۔ برصغیر کے مخصوص نو آبادیاتی پسِ منظر اور اُس کے اثرات کی تفہیم کے لئے ضروری ہے کہ ان آپ بیتیوں اور سوانح عمریوں پر گہرا غور و خوض کیا جائے، تحقیق و تجزیہ کے اعلیٰ معیارات کے ذریعے حقیقت کی وضاحت کی جائے، اِن تحریرات کے تناظر میں برصغیر کے مختلف تاریخی ادوار کا جائزہ لیا جائے اور دیکھا جائے کہ مسیحیت کی آمد اس علاقہ میں کس طرح ہوئی، قُبولِ مسیحیت کے مختلف مراحل برصغیر میں کیا ہیں، مسیحیوں کے تبشیری نظام کے خدّوخال کو سمجھا جائے، مسیحیت کی اشاعت اور اس کی رفتار کا تجزیہ کیا جائے، نو مسیحی مصنفین کے حسب نسب کا جائزہ لیا جائے، اُن کے احوال و آثار کے مطالعہ سے قُبولِ مسیحیت کے اصل محرکات کا تعین کیا جائے، غور کیا جائے کہ مسلمان کی حیثیت سے اُن کا علمی رُتبہ کیا تھا، اُن کی سیاسی و سماجی حیثیت کیا تھی، اُن کے اُسلوبِ تحریر پر تنقیدی نگاہ ڈالی جائے، اُن کے اعتراضات کا غیر جانب دارانہ مطالعہ کیا جائے، نُصوص و عقائدِ اسلامیہ پر ہونے والے اعتراضات کی حقیقت اور اُن کا پسِ منظر سمجھا جائے، یہ تمام مطالعات و تجزیات مسلمانوں کے علمی و فکری حلقوں کے لئے نہایت ضروری اور مفید ہیں خصوصاً تقابلی مطالعات اور تاریخِ مذاہب سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کے لئے ہمہ جہتی اہمیت کے حامل ہیں۔

سفارشات

۱. ان آپ بیتیوں اور سوانح عمریوں میں موجود اشکالات کی وضاحت کے لئے مسلم علماء نے تصانیف و تالیفات ترتیب دیں، رسائل لکھے، اخبارات میں مضامین تحریر کئے اور مباحثوں کی رودادوں کو مرتب کیا، یہ دفاع اسلام کا مواد کُتب خانوں کی بند الماریوں کی زینت بنا بیٹھا ہے اور اسے دیمک چاٹ رہی ہے، اس تاریخی علمی سرمائے کا تحفظ کیا جائے، زیادہ مناسب ہے کہ اس کی اشاعتِ نو کا اہتمام کیا جائے۔

۲. اس مخصوص مذہبی ادب کا ایک اہم مقصد اسلام اور مسلمانوں سے متعلق غلط فہمیاں پیدا کرنا تھا۔ ان غلط فہمیوں کے ازالہ کے لئے عام فہم انداز میں اسلام کا دفاعی ادب تشکیل دے کر اس کی اشاعت کی جائے۔

۳. نو مسیحیوں کے بیانات سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اسلامی تعلیمات کی برکات کو علماء و محققین کی طرف سے برصغیر میں پوری طرح بیان نہیں کیا گیا، ضرورت اس امر کی ہے کہ محاسنِ اسلام کی وضاحت پر مشتمل کُتب کو شائع کیا جائے۔

۴. مغربی دُنیا خصوصاً برطانیہ میں اٹھارویں صدی عیسوی کے بعد ظاہری طور پر مذہب وسیاست کا باہمی رشتہ بڑی حد تک کمزور ہو چکا تھا، اس تاریخی حقیقت کے باوُجود انگریز نے برصغیر میں سیاسی استحکام کے لئے مذہب کو ہتھیار کے طور پر استعمال کیا، مسیحی حکمرانوں کے اس سیاسی رویےّ کے اسباب و محرکات کا تجزیہ کرنے کی ضرورت ہے۔

۵. نو مسیحیوں کی آپ بیتیوں اور سوانح عمریوں کے تناظر میں تاریخ وسیاست اور عقائد وروایات کے مختلف پہلوؤں پر جامعات میں تحقیقات کرائی جائیں۔

۶. فروغِ مسیحیت اور اس کے ذرائع کے علاوہ اسلام پر نقد و نظر کے مختلف اسالیب سے متعلق تحقیق و تجزیہ کو آگے بڑھایا جائے۔

۷. مسیحیت کے لئے کام کرنے والے مختلف اداروں اور تنظیموں کی سرگرمیوں پر خصوصی نظر رکھی جائے، اُن کے ظاہری مقاصد تو شاید مسلم معاشروں میں قابلِ قُبول ہوں مگر اصل اہداف کے اعتبار سے وہ ادارے ناقابلِ برداشت ہیں۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ برصغیر میں ترکِ اسلام کے بعد قُبول مسیحیت کے رُجحان کو ان اداروں اور خفیہ تنظیموں نے ہی معاشی ومادی وسائل فراہم کیے۔

۸. نو مسیحیوں کے بعض اعتراضات عقلی و فطری معیار پر پورے نہیں اُترتے، اس ضمن میں ضروری ہے کہ مسیحی مصنفین کے افکار کے عقلی و منطقی تجزیات کو فروغ دیا جائے۔

۹. اس سوانحی ادب کی صورت میں مذہب کی بہت سی کلامی جہتیں منظرِ عام پر آئی ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان جہتوں سے استفادہ کیا جائے اور ان پر تحقیقات کی فکر کی جائے۔

۱۰. اس مذہبی ادب کا ایک اہم پسِ منظر مغربی استعمار کا طرزِ سیاست ہے، برصغیر میں استعمار نے مذہب کو مقاصدِ مخصوصہ کی تکمیل کے لئے ایک ہتھیار اور آلہ کے طور پر استعمال کیا ہے، اس سامراجی نفسیات کے تجزیہ کے لیے اعلیٰ سطحی تحقیقات کو فروغ دینے کی ضرورت ہے۔

۱۱. آپ بیتیاں اور سوانح عمریاں مرتب کرنے والے پادریوں کے معاشی وسائل پر تحقیقات کی ضرورت ہے تاکہ تبشیر اور سامراج کے تعلق کی تفہیم ہو سکے۔

۱۲. بہت سی آپ بیتیوں میں مصنفین کی مذہب بیزاری اور دیگر نفسیاتی مسائل کے بارے میں معلومات ملتی ہیں، بعض کی ابتدائی زندگی مسلمان ہونے کے باوُجود اسلام کی روح سے مطابقت نہیں رکھتی تھی اور بعض عائلی و نجی پیچیدگیوں کا شکار تھے، اس پسِ منظر میں اس مذہبی مواد کے نفسیاتی تجزیہ کی ضرورت ہے۔

۱۳. بعض نو مسیحی مصنفین نے اپنے صوفیانہ تجربات کی ناکامی کو اپنی آپ بیتیوں میں تحریر کیا ہے، اس ناکامی کا اصل سبب یہ ہے کہ یہ لوگ تصوف سے متعلق راست رو اسلامی فکر سے لا علم ہی نہیں بلکہ صوفیا کی صحبتوں کی حلاوت و چاشنی سے بھی ناآشنا تھے، اس پسِ منظر میں دینی مدارس اور عصری علوم سے متعلق جامعات میں تصوف کے مختلف تصورات کی تفہیم کی ضرورت ہے۔ اس ضمن میں تحقیقات کو فروغ دے کر افکارِ تصوف کی اصلاح و تنقیح کی راہ ہموار کی جا سکتی ہے۔

۱۴. محاسنِ اسلام سے متاثر ہو کر جن مسیحیوں نے اسلام کو قُبول کیا اُن کے احوال و آثار کی جمع و تدوین کی جائے ، تاکہ نو مسیحیوں کی آپ بیتیوں اور سوانح عمریوں کے منفی اثرات کے خاتمے کے لیے مسلمانوں کا جوابی بیانیہ تشکیل دیا جا سکے۔